



ایمانِ کامل

انبیا علیہم السلام اور اولیاء کرام سب اللہ تعالےٰ کے مقبول و مرحوم بندے ہیں۔ لیکن مشکلوں، حاجتوں اور ضرورتوں میں حاجت روائی کے لئے ہم صرف اللہ تعالےٰ کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ تعالےٰ کے لئے کسی سے محبت رکھی اور اسی کے لئے کسی سے دشمنی رکھی، اللہ ہی کے لئے خرچ کیا اور اللہ ہی کے لئے دینے سے ہاتھ روکا، اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا۔"

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رح

۱۲ر جولائی ۱۹۸[illegible]ء

۲/۰ روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۳۰ شمارہ ۵۲

بیاد
جانشین شیخ التفسیر امام الہدیٰ
حضرت مولانا عبیداللہ انور
نور اللہ مرقدہٗ

رئیس الادارہ
حضرت مولانا محمد اجمل قادری
مدظلہٗ

مجلس ادارت
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی: ۲/- روپے

پاکستان میں بذریعہ ڈاک
سالانہ ۵۲ شمارے ۸۰/- روپے
ششماہی ۲۶ شمارے ۴۵/- روپے

۲۳ شوال ۱۴۰۵ھ

30/52

نقطۂ نظر

اسلامی نظام

— اور —

موجودہ حکومت

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنے اقتدار کے آٹھ سال مکمل ہونے سے چند روز قبل ایک اخباری انٹرویو میں اعتراف کیا ہے کہ وہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کا وعدہ پورا نہیں کر سکے۔

صدر موصوف کا یہ اعتراف بوجوہ قابلِ توجہ ہے اور ملک کے سیاسی حلقوں بالخصوص اسلامی نظام کی جدوجہد کرنے والے دینی و سیاسی عناصر کو اس کے مضمرات اور تقاضوں پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔

جہاں تک ملک کے دینی حلقوں کا تعلق ہے ان کے ذمہ دار نمائندے کافی عرصہ سے موجودہ حکومت کے اسلامی اقدامات کے بارے میں عدم اطمینان کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور اس عدم اطمینان کی سب سے بڑی وجہ ان اقدامات پر عملدرآمد کا فقدان رہا ہے۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ موجودہ حکومت نے اسلامی قوانین کے نفاذ کے عنوان سے جتنے اقدامات بھی کئے ہیں وہ بظاہر خوشنما اور دلکش ہونے کے باوجود عملدرآمد کے محاذ پر ناکام رہے ہیں

ناشر: میاں محمد اجمل قادری، اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور۔ مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

اور دینی حلقوں کے یہ خدشات صحیح ثابت ہوتے جا رہے ہیں کہ اسلامی اقدامات پر عملدرآمد میں موجودہ حکومت کی ناکامی کو نعوذ باللہ اسلام کی ناکامی پر محمول کرکے اسلام کے دشمن عناصر اپنے اس پراپیگنڈہ کو آگے بڑھا سکتے ہیں کہ آج کے دور میں اسلام قابل عمل نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ سنجیدہ اور سیاسی فراست سے بہرہ ور علماء نے حکومت کے برائے نام اسلامی اقدامات کی حمایت کرنے اور اپنا وزن حکومت کے پلڑے میں ڈالنے سے گریز کیا ہے۔

گذشتہ سال نومبر کے دوران شیرانوالہ گیٹ لاہور میں منعقدہ کل پاکستان نظام شریعت کنونشن میں قافلۂ ولی اللّٰہی کے قائد حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمہ اللہ تعالیٰ نے علماء حق کے اس مؤقف کا واضح طور پر اظہار کر دیا تھا کہ وہ موجودہ حکومت کی طرف سے اسلام کے نام پر کئے جانے والے اقدامات پر مطمئن نہیں ہیں اور اسلامی قوانین کے اعلانات کے بعد ان پر عملدرآمد نہ ہونے کو اسلام کی بدنامی اور اسلامی قوتوں کی کمزوری کا باعث سمجھتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ عملدرآمد کے محاذ پر اسلامی قوانین کی ناکامی کی یہ صورت آخر کیوں پیش آئی ہے۔ اس سوال کا ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ تجزیہ کرنا ضروری ہے ورنہ اسلام دشمن عناصر کے پاس آج اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ کا ایک اور ہتھیار آگیا ہے اور اس ہتھیار کا سامنا جذباتیت کے ساتھ نہیں بلکہ سنجیدگی اور منطق و استدلال کے ساتھ کرنا ہوگا۔

ہمارے خیال میں اس کی زیادہ اہم وجوہ درج ذیل ہو سکتی ہیں :-

- حکمرانوں نے اقتدار اور اسلام کی ترجیحات میں ترتیب کو درست نہیں رکھا اور اپنے اقتدار اور قوت کو اسلام کے لئے مکمل طور پر استعمال کرنے کی بجائے اسلام کو اقتدار کے تحفظ اور طوالت کے لئے سہارا بنایا ہے
- رائے عامہ کی قوت جو آج کے دور میں کسی نظام کی ناکامی یا کامیابی میں سب سے زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ حکمرانوں نے اس قوت کو یکسر نظرانداز کر دیا۔ اور ملک کے تمام مکاتب فکر کے علماء اور عوامی قوت کو اعتماد میں لینے کی بجائے صرف ان دینی و سیاسی عناصر پر انحصار کیا جو دینی اور سیاسی دونوں معاملات میں حکومت کی ہاں میں ہاں ملا سکیں۔
- عدلیہ اور انتظامیہ کی جو فرنگی حکمرانوں نے استعماری نظام کے استحکام اور بقا کے لئے قائم کی تھی موجودہ حکمرانوں نے اسلامی قوانین کے نفاذ اور عملدرآمد کے لئے اسی کو بنیاد بنایا جس کے نتیجہ میں اسلام اپنے نفاذ اور عملدرآمد میں افسر شاہی کے رحم و کرم پر رہ گیا اور اس افسر شاہی نے اسلام کو اسی سلوک کا مستحق گردانا جو وہ اپنے مرضی کے خلاف آئے ہوئے نظام کے ساتھ روا رکھنے کی عادی ہے۔

ہمارا خیال یہ ہے کہ اگر موجودہ حکمران اپنی ترجیحات درست رکھتے، علماء اور عوامی

قوت کو اعتماد میں لیتے، اور عدلیہ اور انتظامیہ کے ڈھانچے کو اسلامی نظام کے نفاذ کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرتے تو ناکامی کے اس اعتراف کی نوبت شاید نہ آتی لیکن جو کچھ انہوں نے کیا اس کا انجام بالآخر یہی ہونا تھا۔

ہم علماء کرام اور دینی حلقوں سے یہ گذارش کریں گے کہ وہ اس صورت حال کا تجزیہ کرکے رائے عامہ کو حکمرانوں کی ناکامی کی اصل وجوہ سے آگاہ کریں۔ اور انہیں منطق اور استدلال کے ساتھ یہ بات سمجھائیں کہ یہ ناکامی اسلامی نظام کی نہیں بلکہ موجودہ حکمرانوں کی پالیسیوں اور ترجیحات کی ناکامی ہے۔ اسلام کو اگر خلوص کے ساتھ نافذ کیا جاتے تو وہ آج بھی نہ صرف قابل عمل ہے بلکہ ہمارے تمامتر مسائل کا واحد حل ہے۔

ہمیں امید ہے کہ علماء کرام اسلام کے قابل عمل ہونے کے بارے میں اسلام دشمن عناصر کے پراپیگنڈہ کا تدبّر اور سنجیدگی کے ساتھ سامنا کریں گے اور اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مخلصانہ کوشش کریں۔

دوسرے جہان کی زندگی کو آسان بنانے کی کوشش کرو



دنیا میں انسانی محنت سے جو چیزیں تیار کی جاتی ہیں اور نئی نئی ایجادات ہوتی ہیں ان سے کوئی نہ کوئی فائدہ حاصل کرنا یا کسی نتیجہ پر پہنچنا مقصود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و شعور کی دولت عطا فرمائی ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی ابتداء آفرینش سے لے کر آج تک تسخیر کائنات اور تعمیر کائنات میں بہت مشغول و منہمک ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اس کی کوئی ضرورت اور کوئی مشکل تشنۂ حل نہ رہے اور اس کی تمام خواہشیں پوری ہو جائیں۔ ترقی کرتے ہوئے وہ اوج ثریا پر جا پہنچے۔ کوئی اس کا حریف اس سے آگے نکلنے نہ پائے۔ اس کی خواہش ہے کہ وہ بے فکری، خوشحالی، اطمینان و سکون اور عظمت و وقار سے زندگی گذارے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دارالعمل بنایا ہے

جس کسی کو جتنی زندگی دی گئی ہے، اسے اختیار دیا گیا ہے۔ کہ وہ اسے جیسے چاہے گذارے مگر آخرکار اسے انتقال کرکے ایک دوسرے جہان میں چلے جانا ہے پھر ہمیشہ ہمیشہ وہیں رہنا ہے۔ وہاں سے دنیا کی جانب کبھی واپسی نہ ہوگی نہ کسی اور جگہ انتقال ممکن ہوگا۔ وہاں کسی پر کسی کی حکمرانی نہ ہوگی۔ کوئی کسی سے اپنے لئے آسائشیں اور راحتیں چھین نہیں سکے گا۔ وہاں دنیا کی بادشاہتیں اور چودھراہٹیں، سرداریاں اور وزارتیں، گورنریاں اور صدارتیں کوئی ترقی پانے یا امتیازی حیثیت حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بن سکیں گی۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ آمروں، ڈکٹیٹروں اور پوری نسل آدم کو مخاطب کرکے فرمائیں گے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (آج بتاؤ حاکم اور

(باقی ۲۶ پر)



دین کی راہ میں آزمائش و مشکلات کا پیش آنا لازمی ہے

صبر اور استقامت علی الحق اہل ایمان کی خصوصیت ہے

> آج کے مسلمان کو دین کی دولت بغیر محنت کے مل گئی ہے!
> اس لئے وہ دین کی قدر کا حق ادا نہیں کر رہا!!

برصغیر میں جہاد حریت کی تاریخ ہمارے اکابر کی جدوجہد سے مزین ہے۔

جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا محمد اجمل قادری مدظلہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم: وَ لَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ○ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ○

"اور تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو (یعنی) وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم تو اللہ ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے مہربانیاں ہیں اور رحمت۔ اور یہی ہدایت پانے والے ہیں۔"

حضرات گرامی! دین اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت ہے۔ اس نعمت کی قدر کرنا، اس کا شکریہ ادا کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ یہ فرض ادا کرنے کے لئے اور اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے جب حبیب کبریا محبوب خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں اور آپ کی سنّتِ مطہرہ کے مطابق جب ہم میدانِ عمل میں نکلیں گے تو رکاوٹیں پریشانیاں اور مصیبتیں بھی آئیں گی۔ ان مصیبتوں پر صبر کر کے حق پر ڈٹے رہنا ایمان کی شان ہے۔ اس لئے آج کی معروضات جمعہ کا عنوان ہے "صبر و استقامت علی الحق"۔

بزرگان محترم! حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں۔ قرب الہٰی کے لئے جس وقت قدم اٹھاؤ گے

اور نصرت و اعانت کے لئے دروازۂ الہٰی پر ہاتھ پھیلاؤ گے تو پہلے امتحان کی بھٹی میں ڈالے جاؤ گے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان امتحانوں میں نہ ڈالے جن کے ہم قابل نہیں ہیں۔ اور جو آزمائش آ جائے اس میں اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے کامیاب و سرخرو فرمائے تاکہ یہ دین اور ایمان کی نعمت محفوظ اور سلامت رہے رَبَّنَا لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ، وَاعْفُ عَنَّا، وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا، اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے ان مبلغین حق، مجاہدین فی سبیل اللہ اور شہدائے اسلام پر جن کی جد و جہد اسلام کے کام آئی اور جن کی استقامت علی الحق کو دیکھ کر تاریخ دنگ رہ گئی اور آسمان کے فرشتے بھی یہ کہہ کر جھوم اٹھے کہ اس اشرف المخلوقات کو ضرور پیدا ہونا چاہئے تھا یہ بشر پیدا نہ کیا جاتا تو تخلیق کائنات کا مقصد ہی پورا نہ ہوتا۔

ہمیں دین اور ایمان کی یہ انمول دولت بیٹھے بٹھائے مل گئی۔ اس کے لئے آج کے مسلمان کو کچھ کرنا نہیں پڑا اس لئے دین کو چھوڑ کر بے دینی اور بے عملی کی جانب رغبت کا عام رجحان پیدا ہو گیا ہے۔ آج صرف نعرے اور دعوے رہ گئے۔ دین کے لئے دنیا کو چھوڑ دینا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں آپؐ کے کسی ایک حکم کی تعمیل میں سر کٹا دینے اور زندگی قربان کر دینے کی رسمِ عاشقی ناپید ہو گئی۔

مَیں نے عرض کیا کہ دین اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت ہے۔ اس نعمت کی قدر کرنا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ یہی وہ ادائے شکر اور فرض کی انجام دہی کا احساس تھا۔ جس نے حضرات صحابہ کرامؓ کے ایمان کو اتنا بلند کر دیا کہ کوئی ان کے عہد و وفا میں رخنہ نہ ڈال سکا ان کے جسم تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے گئے انہیں تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا مگر ہر ستم ان کے ایمان کے پہاڑ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسرِ میدان مگر جھکی تو نہیں

ہجرت کے چوتھے سال جب بدر و اُحد میں اسلام کی شمع گل کرنے میں کفارِ مکّہ اپنی ناکامی دیکھ چکے تھے۔ اگرچہ وہ فتحیاب نہ ہو سکے تھے مگر اسلام کے مقابلہ میں انہوں نے اپنی شکست بھی تسلیم نہ کی تھی اس لئے سردارانِ مکہ اللہ کے پیغمبر کو دُکھ دینے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی تدبیریں کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ان کی سازش سے قبیلہ عضل و قارہ کے کچھ لوگوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں یارسول اللہ! ہماری تعلیم و تربیت اور ہمارے علاقہ میں اسلام کی مزید تبلیغ و اشاعت کے لئے مبلّغوں اور معلّموں کی ایک جماعت ہمارے ہاں بھیج دی جائے۔ حضور اکرمؐ کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی تھی کہ دینؐ ایمان کی دولت کا سوالی بن کر کوئی خود ان کے دروازے پر آ جاتے۔ پیغمبر اسلامؐ تو خود اسلام کا پیغام عام کرنے کے لئے دنیا کے ایک ایک انسان کے پاس جانے کے لئے تیار رہتے تھے حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ انہیں یہی حرص لگی رہتی تھی کہ تم سب کی جھولیاں ایمان سے بھر دیں۔ آج ان کے دروازے پر مانگنے والے

خود چل کر آ گئے تھے وہ صاحب جود و سخا ان کو مایوس اور خالی ہاتھ کیسے لوٹا سکتے تھے۔ آپ نے دس صحابہ کرام رضؓ کی جماعت کی قیادت حضرت عاصم رضؓ کے سپرد کی اور اس تبلیغی جماعت کو ان لوگوں کے ساتھ روانہ فرما دیا۔ عالم الغیب اور علیم بذات الصدور صرف اللہ کی ذات ہے۔ حبیبِ کبریا ؐ کو آنے والے لوگوں کی سازش کا علم ہوتا تو اپنے جاں نثار صحابہ کو ان کے ہمراہ روانہ نہ فرماتے جب یہ سازشی ٹولہ صاحب علم و فضل جلیل المرتبت صحابہ کی اس چھوٹی سی مقدس جماعت کو مقام رجیع تک لے آیا تو بنو لحیان کے دو سو مسلح جوانوں نے بے گناہوں کو آ گھیرا۔ امیر جماعت حضرت عاصم رضؓ نے اپنے ساتھیوں کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے اور اوپر سے حملہ آوروں پر سنگباری شروع کر دی۔ اہل کفر و شرک نے کثرت کے باوجود خود کو مقابلہ میں کمزور پایا تو آواز دی کہ نیچے اُتر آؤ ہم تمہیں پناہ دیتے ہیں۔ حضرت عاصم رضؓ نے جواب دیا میں مشرکوں کی پناہ میں جانے کے بجائے خدائے وحدہ لاشریک کی پناہ میں جاتا ہوں اور مقابلہ کرتے رہے۔ دشمنان رسول ؐ نے سات صحابہ رضؓ کو شہید کر دیا۔ حضرت خبیب رضؓ اور حضرت زید بن ومنہ گرفتار کر لئے گئے۔ حضرت عاصم رضؓ نے جب دیکھا کہ دشمن قریب آ گئے ہیں تو اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا رَسُوْلِكَ ۔ اے اللہ! کافروں کی سازش، مشرکوں کی بدعہدی اور ہماری اس مظلومانہ صورتِ حال کی اپنے رسول ؐ کو خبر پہنچا دے۔

یہ ہیں صحابہ کرام رضؓ کہ موت کے سامنے اگر انہیں کسی کی یاد آتی ہے تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اس لیئے یاد آتی ہے کہ ہم نے جان دے کر فرض ادا کر دیا انہیں بھی تو خبر ہو کہ ان کے مدرسۂ نبوّت کے فیض یافتگان نے عہد وفا پورا کر دکھایا ہے۔ ہم نے پیٹھ نہیں پھیری، ہتھیار نہیں ڈالے جھکے نہیں، کٹ گئے ہیں۔ مشرکوں نے نبی ؐ سے کیا ہوا عہد توڑ ڈالا ہے اور موحدوں نے نبی ؐ اور خدا سے کیا ہوا عہد محبت و ایمان اپنے لہو کا نذرانہ پیش کر کے پورا کر دیا ہے۔

حضرات گرامی! اندازہ فرمائیں وہ دو سو کے مقابلہ میں دس تھے ایک کے ساتھ بیس کا مقابلہ تھا مگر انہوں نے مشرکوں کی بالادستی قبول نہیں کی۔ لات و عزیٰ کے پجاریوں سے زندگی کی بھیک نہیں مانگی اور ہمارے ایک لاکھ جیالے نوجوانوں سے شراب نوش قیادت نے گائے کے پجاریوں کے سامنے ہتھیار ڈلوا دیئے۔ اپنے اقتدار اور اپنے جسموں کو بچانے کے لئے پاکستان کو قتل کر ڈالا۔

یقین جانئے جو شخص اللہ اور اس کے رسول ؐ کے لئے، اسلام کے لئے گھر سے نکلتا ہے، وہ گھاٹے میں نہیں رہتا۔

دیکھئے! حضور اکرم ؐ نے حضرت عاصم رضؓ اور ان کے ساتھیوں کو اسلام کے مبلّغ اور دین کے معلّم ہونے کی سند عطا فرمائی مگر اہل کفر نے ان پر ظلم توڑا تو رب العالمین نے ان کے سر پر شہادت کا تاج زرّیں پہنا دیا ؎

شہید عشق جی جاتے ہیں جی سے کیا وہ جلتے ہیں
خدایا موت سب کو دے کہ ہم اس مرنے پہ مرتے ہیں

مردانِ حق سر ہتھیلی پر رکھ کر جب حَقَّ جِھَادِہٖ کا حق ادا کرنے کے لئے میدانِ جہاد میں اترتے ہیں تو موت باادب ہو کر حیاتِ جاوداں کا نذرانہ لئے اُن کا استقبال کرتی ہے

اور حوریں ان کے لئے جنّت کا لباس لے کر آتی ہیں۔ حضرت عاصم رضؓ نے جب دیکھا کہ میرے سب ساتھی شہید یا گرفتار ہو چکے ہیں اور دشمن میرے قریب آ گئے ہیں میں شہادت کے دروازے پر آ پہنچا ہوں تو رب قدوس کی بارگاہ میں پھر ہاتھ اٹھائے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَحْمِیْ لَكَ الْیَوْمَ دِیْنَكَ فَاحْمِ لِیْ لَحْمِیْ اے خدائے بزرگ و برتر! آج میں تیرے دین کی حفاظت کے لئے لڑ رہا ہوں، ان مشرکوں کے ہاتھوں توہین و تذلیل سے تو میرے جسم کی حفاظت فرما۔ یہ دعا اس لئے فرمائی کہ جنگ احد میں حضرت عاصم رضؓ نے مشرکہ کافرہ سلافہ کے دو بیٹوں کو جہنم رسید کیا تھا۔ اس نے اعلان کر رکھا تھا کہ جو شخص عاصم رضؓ کا سر لا کر مجھے دے گا اس کو ایک سو اونٹ انعام میں دوں گی۔ اور عاصم رضؓ کی کھوپڑی میں شراب ڈال کر پیوں گی۔ آج کئی مشرک انعام کی خاطر اس ایک خدا پرست کا سر کاٹنے کے لئے بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو حکم دیا، عاصم رضؓ شہید ہو گئے اور مکھیوں نے مشرکوں پر حملہ کر دیا اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی اس ننھی منی گوریلا فوج نے حضرت عاصم رضؓ کے جسم کی حفاظت کی ڈیوٹی ادا کی۔ شام کو بارش ہوئی اور پانی شہید کی لاش کو بہا کر لے گیا۔ خدا کی تقدیر کے سامنے دشمن کی کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہو سکی۔ ظالموں کا یہ ٹولہ مکہ پہنچا تو سردارانِ قریش نے جشن منایا۔ ابلیس نے اپنے کارندوں سے مبارکبادیں وصول کیں حضرت خبیب رضؓ کو خاندان حارث نے اور حضرت زید رضؓ کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا ان دونوں کو الگ الگ زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔ بھوکا پیاسا رکھا گیا وہ پاکستان کے سیاسی لیڈر تو نہ تھے جن کے لئے کوئی اے کلاس کا مطالبہ کرتا۔ ان کی قید تنہائی کے خلاف احتجاج کرتا اور انہیں رنگا رنگ کھانے جیل میں پہنچانے کا انتظام کیا جاتا۔ مگر ؎

کشتیاں سب کی کنارے پہ پہنچ جاتی ہیں
ناخدا جن کا نہ ہو ان کا خدا ہوتا ہے

کافروں کی دست برد سے شہید عاصم رضؓ کی لاش کو بچانے والا جب کوئی انسان نہ تھا تو اللہ تعالےٰ نے شہد کی مکھیوں کو بھیج دیا۔ اور مکہ کے ان دو قیدیوں کو کھانا پہنچانے کے لئے جب کوئی انسان نہ آیا تو جنّت کے کھانے دے کر ملائکہ کو بھیج دیا حارث کی بیٹی زینب کا بیان ہے:

مَا رَأَیْتُ اَسِیْرًا قَطُّ خَیْرًا مِنْ خُبَیْبٍ لَقَدْ رَأَیْتُهٗ یَاْكُلُ مِنْ قِطْفٍ عِنَبٍ وَمَا بِمَكَّةَ یَوْمَئِذٍ ثَمَرَةٌ وَ اِنَّهٗ مُوْثَقٌ بِالْحَدِیْدِ وَمَا كَانَ اِلَّا رِزْقٌ رَزَقَهُ اللهُ ۔

"میں نے خبیب رضؓ جیسا قیدی کوئی نہیں دیکھا۔ میں نے دیکھا ایک دن وہ تازہ انگور کھا رہا تھا۔ اس روز مکہ میں کسی پھل کا نام و نشان تک نہ تھا اور خبیب رضؓ تو لوہے کی بیڑیوں میں باندھا ہوا تھا (وہ تو کچھ لینے کہیں جا بھی نہیں سکتا تھا) یقیناً جو رزق وہ کھا رہا تھا وہ اللہ کا بھیجا ہوا رزق تھا"۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلاموں رضؓ، خدا کی توحید کے پرستاروں کو ایک دن مقتل میں لایا گیا۔ اسی روز مکہ اور گرد و نواح سے کافروں کا بہت بڑا ہجوم بے بس مظلوموں کے تڑپنے کا نظارہ دیکھنے کے لئے کالی گھٹاؤں کی طرح چڑھ آیا تھا۔ ان دونوں کا کیا جرم تھا؟ صرف

یہی کہ وہ کہتے تھے خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ چاروں طرف دشمنوں کا اژدہام تھا۔ تختہ دار پر لٹکائے جانے سے پہلے کوئی دوست یا رشتہ دار ملنے کے لئے بھی نہ آیا تھا وہ دونوں ایک ہی راستہ کے مسافر اور ایک ہی محبوب دلربا کے عاشقانِ زار تھے۔ دونوں نے ایک ہی درسگاہِ محبت میں تربیت پائی تھی آج رسمِ عاشقی ادا کرنے کے لئے وہ سرِ مقتل پہنچا دئے گئے تھے۔ مگر آپس میں بھی گلے ملنے یا بات کرنے کی اجازت نہ تھی۔ کسی ماں نے آج تک وہ بیٹا ہی نہیں جنا۔ جس نے حضورؐ کے صحابہ جیسا حوصلہ، ایمان اور دل گردہ پایا ہو۔ خبیبؓ اور زیدؓ نے آپس میں کئی روز بعد ایک دوسرے کو دیکھا پھر ہاتھ پاؤں میں پڑی لوہے کی بھاری زنجیروں کو دیکھا تو آنکھوں نے آنکھوں سے کہا۔ کچھ دیر اور صبر کرو۔ اب ملاقات جنت کے دروازے پر کریں گے۔

الٹی ہی چال چلتے ہیں دیوانگانِ عشق
آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لئے

حضرت خبیبؓ سے آخری خواہش پوچھی گئی تو دو رکعت نماز پڑھ لینے کا وقت مانگا۔ عاشقِ صادق نے آخری سجدہ محبوب حقیقی کی بارگاہ میں کیا۔ عشق کی ساری مرادیں پوری ہو گئیں۔ تسبیح و تقدیس کے زمزمے زبان پر جاری ہو گئے۔ پھر جلدی سے نماز ختم کر دی کہ مشرک یہ نہ سمجھیں کہ موحد موت سے ڈر گیا ہے۔ سلام پھیرا تو غیرتِ ایمانی جوش میں آگئی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا:۔

اَللّٰھُمَّ اَحْصِھِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْھُمْ بَدَادًا وَّلَا تُبْقِ مِنْھُمْ اَحَدًا۔

"اے اللہ! دیکھ لے یہ کتنے ہیں ان سب کے کفر کو قتل کر دے ان میں سے کوئی بھی کافر بچنے نہ پائے۔"

مظلوم کی دعا رد نہیں ہوتی۔ یہ سب بعد میں ایک ایک کر کے قتل کر دئے گئے یا ان کا کفر مر گیا اور وہ اسلام کے دائرہ میں داخل ہو گئے ایک بھی کافر باقی نہ بچا۔ چالیس نیزہ برداروں نے خبیبؓ کے جسم کو تختہ دار پر چھلنی کر دیا آخری وقت پر فرمایا۔ مجھے اس سے کیا کہ موت کیسے آ رہی ہے، قتل کیسے کیا جا رہا ہوں۔ مجھے تو اتنا معلوم ہے کہ اللہ کی راہ میں شہید ہو رہا ہوں۔

اسی اثناء میں جب زیدؓ بھی شہادت کی دہلیز پر کھڑے تھے تو ایک سردار نے ان سے کہا۔ "زیدؓ! کیا یہ اچھا نہیں آج تم اپنے اہل و عیال میں ہوتے اور یہاں تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے"

یہ ایمان کا امتحان تھا اور زیدؓ مکتبِ عشق کے سارے سبق یاد کر کے یہاں تک پہنچے تھے۔ ارشاد فرمایا:۔

"خدا کی قسم! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ محمدؐ جہاں ہیں وہاں انہیں ایک کانٹا بھی چبھے۔ اور میں آرام سے بیٹھا رہوں۔"

کافر نے سنا تو صحابہؓ کی حضورؐ سے محبت اور ان کے ایمان کی پختگی اور عظمت کے اعتراف میں چیخ اٹھا مَا رَاَیْتُ مِنَ النَّاسِ اَحَدًا یُحِبُّ اَحَدًا کَحُبِّ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا

یں نے دنیا میں کسی کو کسی سے اس طرح محبت کرتے نہیں دیکھا جس طرح محمدؐ کے اصحاب ان سے محبت کرتے ہیں"

حضرات گرامی! یہ ہے عمل ردار دین کے قدر دانوں اور کے شکر گذار بندوں کا۔ ج ہم سمجھتے ہیں کہ دین کے لئے یں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ر بیٹھے بٹھائے ہمیں جنت مل ے گی۔ حالانکہ ہمارے بزرگوں نے صحابہؓ کی اتباع کرتے ہوئے خالفتوں، مصیبتوں اور طوفانوں کا مقابلہ کیا ہے۔ برصغیر میں علاء کلمۃ الحق اور جہاد فی سبیل اللہ کی تاریخ کے اوراق پر ہمارے ہی اکابر کی قربانیوں کے سنہری کارنامے رقم ہوئے ہیں مگر

تھے وہ آباء تو تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ دل و دماغ، ہاتھ اور زبان کی جتنی نعمتیں اور صلاحیتیں اس نے عطا کی ہیں ان سب کو دین کی خدمت کے لئے قبول کر لے۔ اور ہمیں توفیق دے کہ جب بھی کہیں کوئی موقعہ آئے ہم حضورؐ کی محبت میں دین کی خاطر مالی جانی ہر طرح کی قربانی پیش کرنے کے لئے تیار رہیں۔ آمین!

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے فوجی اور بین الاقوامی فیصلے

تحریر
ڈاکٹر حافظ عبدالرحمٰن نقشبندی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری حج ہی میں یہ فرما دیا تھا کہ "شاید اس سال کے بعد میں اس مقام پر پھر کبھی تم سے ملاقات نہ کر سکوں لہٰذا میری ہر بات کو غور سے سنو۔" (طبری القاہرہ، مطبعۃ الحسینۃ المصریہ حجۃ الوداع جلد ۳ ص۱۶۸)

حج سے واپسی پر آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے بیٹے اسامہ بن زید کو مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ فلسطین تخوم البلقاء اور داروم پر یورش کے لیے تیار فرمایا۔ (طبری القاہرہ، مطبعۃ الحسینۃ المصریہ حج الوداع جلد ۳ ص۱۸۸) لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا لیکن آپؐ نے فرمایا کہ اسامہ اس امارت کے اہل ہیں۔ اور اگر تم نے ان کے متعلق یہ کہا تو اس سے قبل تم ان کے باپ کے متعلق بھی اس قسم کی باتیں کہہ چکے ہو۔ حالانکہ ان کے باپ بھی امارت کے اہل ہیں (طبری القاہرہ مطبعۃ الحسینۃ المصریہ حج الوداع جلد ۳ ص۱۸۸)

اس مہم کی روانگی شمال میں بازنطینی سلطنت کے خلاف تھی۔ اس اثنا میں جنوبی عرب میں اسود عنسی نبوت کا دعوے کر کے علم بغاوت بلند کر چکا تھا اور پچیس دن کے اندر اندر پورے یمن پر قبضہ کر چکا تھا۔ اور آپ کے عاملوں کو وہاں سے نکال چکا تھا۔ بنی اسود میں طلیحہ اسدی اور یمامہ میں مسیلمہ کذاب بھی نبوت کا دعوےٰ کر کے اعلان بغاوت کر چکے تھے ان حالات کی اطلاع آپؐ کو دی جاتی ہے تو آپؐ قاصدوں کے ذریعے مسلمانوں کو جمع ہونے کا حکم دے کر ان کی سرکوبی کے انتظامات فرماتے ہیں اس دوران میں آپ بیمار ہوتے ہیں اور اپنی وفات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جس کو صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سمجھ کر رونے لگتے ہیں۔ (طبری القاہرہ طبعۃ الحسینۃ المصریہ، حجۃ الوداع جلد ۲ ص۲۹۲-۲۱۴)

ان حالات میں بھی آپ جیش اسامہ کی روانگی پر اصرار فرماتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ :۔

الف : آپ کو اپنی وفات کا پختہ یقین ہو چکا تھا۔

ب : داخلی اور خارجی بغاوتوں کا بھی آپ کو بخوبی علم تھا۔

ج : اور آپ یہ بھی جانتے تھے کہ بغاوتوں کی پشت پر کیا عوامل اور کو طاقتیں کار فرما ہیں۔

د : ان حالات میں آپؐ مدینہ ریاست کا ہر ممکن طریقے سے دفاع چاہتے

ہ : یہی وجہ تھی کہ آپ کے آخری یہ تھے کہ جزیرہ العرب میں دو دین نہ رہ سکتے (ترمذی باب اخراج الیہود والنص جلد ۱ ص۱۹۴، طبری مطبوعہ القاہرہ ص۱۱۴)

ان الفاظ سے آپؐ نے یہ بھی وا کیا کہ آپ کی وفات پر یہود و نصاریٰ خا نہیں رہیں گے (طبری مطبوعہ القاہرہ جلد ۳ ص۱۲ بلکہ یہ لوگ بھی ساسانیوں اور بازنطینوں کے آلہ کار ہوں گے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا تو میرے باپ پر ایسے مسائل ٹوٹ پڑے کہ اگر بڑے بڑے مضبوط پہاڑوں پر بھی نازل ہوتے تو ان کو ریزہ ریزہ کر دیتے۔ ایک طرف مدینہ میں نفاق گھسا ہوا تھا اور دوسری

ـب بہت سے عرب مرتد ہو گئے تھے۔

(فتوح البلدان مطبوعہ القاہرہ ص۱۱۴)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں کو ایسے حالات سے سابقہ پڑا اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ابوبکر رضی اللہ عنہ، طا کر کے احسان نہ کرتے تو ہم ہلاک ہو تے۔ (فتوح البلدان مطبوعہ القاہرہ ص۱۱۳)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حالات کے رونما ہونے کا پختہ یقین تھا تو اب یہ ناممکن تھا کہ آپ کے مقابلے کا انتظام نہ فرماتے لہٰذا یہ انتظامات (الف) شمال میں بازنطینیوں کے خلاف جیش اسامہ کی روانگی (ب) اور جنوب میں قاصدوں کے ذریعے وہ کامیاب کارروائیاں تھیں جس کی اطلاع آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پہلی خوشخبری کی صورت میں پہنچی (طبری مطبوعہ القاہرہ جلد ۳ ص۲۱۵-۲۲۰) نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی دے دی تھی (روم مطبوعہ القاہرہ جلد ۱ ص۲۳۸)

ان اقدامات کا حاصل یہ تھا کہ دشمنانِ اسلام کو ان کے گھروں اور ان کے علاقوں میں شکست دی جائے اور مدینہ کا دفاع وہاں جا کر کیا جائے یہی آپ کا ہمیشہ کا دستور العمل تھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیشہ دشمن کا مقابلہ ان کے علاقہ میں جا کر کیا کرتے اور ان کو مدینہ پر حملہ کرنے کا موقع کبھی نہ دیتے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر بھی یہی ہوا کہ جب آپ کے پاس رومیوں کے مدینہ پر حملہ کی تیاریوں کی اطلاع پہنچی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنفس نفیس تبوک تک ان کے مقابلے کے لیے تشریف لے گئے۔

ان مضرات کو حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی جانتے تھے۔ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ ان سے بے خبر رہے کہ آپ کی وفات ہوئی ہے تو صحابہؓ کے سامنے خلیفہ رسولؐ کے انتخاب کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ پہلے اندرونی خلفشار کو رفع کیا جائے نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا صفایا کیا جائے، باغیوں مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کی سرکوبی کی جائے یا بیرونی خطرہ کا مقابلہ کیا جائے۔ صحابہ اس پر متفق تھے کہ ان شورشوں کو جلد سے جلد رفع کیا جانا چاہیئے۔ لیکن پہلے کن کے خلاف قدم اٹھایا جائے۔ اس بات پر اتفاق نہ تھا۔ صحابہؓ اس صورتحال سے بیحد گھبرائے ہوئے تھے اور متردد تھے لیکن حضرت صدیق اکبرؓ عزم و ہمت کے پہاڑ تھے ان کے عزم و استقلال میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا تھا۔ نہایت اولوالعزمی اور جوانمردی سے وفاتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دوسرے دن منادی کراتے ہیں کہ اسامہ کی مہم پایۂ تکمیل کو پہنچے اور ان کے فوج کے جس قدر افراد مدینہ میں ہوں وہ سب کے سب مقام جرف پر جمع ہو جائیں قطعاً تاخیر یا تردد نہ کریں۔ (طبری مطبوعہ القاہرہ جلد ۲ ص۲۱۱) اس اعلان کے بعد صحابہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس دوڑے ہوئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لے دے کے اب یہی مسلمان ہیں جو آپؓ کے سامنے ہیں اور عرب کا کیا حال ہے وہ آپ بخوبی جانتے ہیں اور دشمن اس تاک میں ہے کہ کب مدینہ پر حملہ کر کے اسلامی ریاست کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں لہٰذا اس نازک موقعہ پر یہ مناسب نہیں کہ مسلمانوں کی اس جماعت کو رومیوں کے مقابلہ پر روانہ کر کے مدینہ کو خالی چھوڑ دیں۔ (طبری مطبوعہ القاہرہ جلد ۳ ص۲۱۲) لیکن صدیق اکبرؓ کی نظر کہیں اور تھی۔ صدیقؓ اصل دشمن سے اس کے گھر اور علاقہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصولِ کار کے مطابق نبرد آزما ہونا چاہتے تھے اور اچھی طرح سے جانتے تھے کہ قبائل عرب درحقیقت ساسانی اور بازنطینی سلطنتوں کے آلہ کار ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے غلط پروپیگنڈہ کا رعب بیٹھا ہوا ہے اور ان کے دماغ پر دنیا کی ان عظیم طاقتوں کا خوف مسلط رہا۔ لہٰذا شکار کو چھوڑ کر شکار کے سایہ پر تیر چلانا دانشمندی نہیں اگر ہم نے ان عظیم طاقتوں کو ان کے گھروں۔ اور علاقہ میں جا کر للکارا۔ ان کو وہاں جا کر شکست فاش دی اور یہود و نصاریٰ کے غلط اور جھوٹے پروپیگنڈے کا سدباب کر لیا۔ تو یہ قبائل عرب اس طرح سے اسلام کے جھنڈے تلے آ جائیں گے جس طرح یہ قبائل فتح کے بعد خود بخود جوق در جوق وفود کی شکل میں مدینہ آ کر اسلام قبول کیا تھا اور اپنے لیے امان کے طالب ہوئے تھے اور تصدیق نبوت کر کے واپس ہوئے تھے۔ اس لیے قبائل عرب کے دماغ اور قلب سے ان عظیم طاقتوں کا خوف اور نکلنے سے قبل ان سے نبرد آزما ہونا مصلحت

اور دُور اندیشی کے خلاف ہے اور طاقت کا بے موقع ضیاع بھی ہے اور دشمن کو مزید تیاری کا موقع بھی فراہم کرنا ہے اور اس کے اپنے بنائے ہوئے خاکہ اور اس کے مقصد اصل کو پورا کرنا ہے۔ دشمن ہمیں خانہ جنگی میں مبتلا کرکے اپنے بھائیوں کے ہاتھوں ہمیں تباہ کرنا چاہتا ہے، ریاست مدینہ کو ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کرنے پر تُلا ہُوا ہے چنانچہ اس کامل یقین، پختہ عزم اور استقلال کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہؓ کو مخاطب کرکے فرمایا:-

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مدینہ اس طرح خالی ہو جائے کہ میں اکیلا رہ جاؤں اور درندے اور کتے مجھ کو کھا جائیں میں اس وقت بھی اسامہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور فرمان کے مطابق اس مہم پر روانہ کرنے سے دریغ نہ کروں گا (تاریخ ابن عساکر جلد ا صـ۱۱۷، طبری مطبوعہ لیدن صـ۱۸۳۹) ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں: لوجرت الکلاب بارجل ازدواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماردت جیشا وجھہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا حللت لواء عقدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تاریخ ابن عساکر جلد ا، صـ۱۱۷ مطبوعہ القاہرہ جلد ۳ صـ۱۱۲)

ان تسمیہ الفاظ کے کہتے ہُوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حالات کی سنگینی اور انتشار کا پورا پورا اندازہ تھا ان کے پاس یمن، یمامہ اور بنی اسد کے علاقوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادے اور ان اشخاص کے نمائندے (جن کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسود عنسی، مسیلمہ اور طلیحہ اسدی کی مدافعت اور مقاومت کا حکم بھیجا تھا) واقعات اور خطوط لے کر مدینہ واپس آچکے تھے اور یہ سب خطوط انہوں نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو دے دیئے تھے۔ نیز زبانی تمام حالات بھی بیان کرچکے تھے ان خطوط اور گفتگو کے جواب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صرف یہ فرماتے:

"ابھی ٹھہرو اور دیکھو تمہارے امراء اور عمائدین کے قاصد اِن خبروں سے بھی زیادہ پریشان کن حالات کی اطلاع لے کر آتے ہی ہونگے"

؎ ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ہُوا بھی یہی کہ تھوڑی مدت میں بلا استثناء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ تمام امراء نے اپنے اپنے مستقر سے اطلاع دی کہ ہر جگہ فتنہ ارتداد عروج پر ہے بغاوتوں کا ہر طرف چرچا ہے۔ کوئی قبیلہ ایسا نہیں جو کل یا اس کے بعض افراد مُرتد ہوکر باغی نہ ہوگئے ہوں، مسلمانوں پر ہر طرح کی مصیبت اور پریشانی چھائی ہوئی ہے۔ (طبری القاہرہ مطبعۃ الحسینیہ المصریہ جلد ۳ صـ۲۲۳)

حضرت ابوبکر صدیقؓ ان حالات میں عزم کا پہاڑ ثابت ہُوئے ان کی پیشا[نی پر] قطعاً پریشانی کے آثار نہ تھے بلکہ ان [کے] سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے [مشن] کی تکمیل تھی وہ اپنے عمل سے یہ ثاب[ت] کردینا چاہتے تھے کہ لسانِ نبوت [کے] مقابلہ میں اجماع کی کوئی حقیقت نہ[یں] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان [سر] بسروچشم تسلیم کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرما[تا ہے] وماینطق عن الھوی ان ھو [الا] وحی یوحیٰ۔ (قرآن سورہ النجم)، ما اتا[کم] الرسول فخذوہ ومانھکم عن[ہ] فانتھوا (قرآن سورۃ الحشر آیت ۷) رسولؐ اپنی طرف سے کوئی بات [نہیں] کہتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے [او]ر جو کچھ حکم دے کر اس کو سختی سے پکڑو [اور] جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ ع[نہ] اپنے کامل یقین اور پختہ عزم اور استقلا[ل] سے جیش اسامہ کے مضرات کو انتقا[ل] رکھ کر فیصلہ دیتے ہیں اور صحابہؓ کو ان [ا]لفاظ میں خبردار کرتے ہیں کہ ان کے پیشِ نظر صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیار کردہ خاکہ اور لائحہ عمل ہے۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغی خطو[ط] کا جو کام شروع کیا تھا اس کو انجام دینا۔

(۲) قیصر و کسریٰ کے خفیہ معاہدوں کو غیر موثر کرنا اور ان کے خفیہ عزائم کو ناکام بنانا ان کی ہوسِ ملک گیری اور توسیع پسند عزائم کو خاک میں ملانا۔

(۳) اسلامی ریاست کی سرحدوں کا دفا[ع] دشمن کے علاقہ میں جاکر موثر انداز میں کرنا۔

مولانا احمد علی سراج



قرآن پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بھی ایمان لایا جائے۔ قرآن پر ایمان اور سنّتِ رسولؐ پر ایمان دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ چنانچہ سنّتِ محمدیؐ کی تکذیب قرآن کی تکذیب کے مترادف ہے کیونکہ دونوں وحی الٰہی ہیں۔ جن کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ مَیں صرف اور صرف قرآن پر ایمان لاؤں گا اور اس پر عمل کروں گا اور سنّتِ رسولؐ سے انکار کرتا ہے تو گویا وہ اس بات کا تو اقرار کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں لیکن یہ شہادت نہیں دیتا کہ محمدؐ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے رہبر و راہنما ہیں ——

علماءِ کرام کے نزدیک ایسا شخص اپنے دعویٰ ایمان میں جھوٹا ہے اور اس کی شہادت باطل ہے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ جب امّت اطاعتِ رسولؐ سے دور رہنے اور اس کے احکام کے آگے سرِتسلیم خم نہ کرنے کے باوجود محبتِ رسولؐ کا دعوےٰ کرے گی تو اس کا یہ دعوےٰ عقل اور قرآن و سنّت کی روشنی میں جھوٹا مانا جائے گا۔

نبی کی صفت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ کتاب "قرآن" ہے اور حکمت "سنّت" ہے۔ لیکن آج کی نئی مسلمان نسل قرآن سے سنّت کو جدا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ حالانکہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ سنّتِ رسولؐ کی تکذیب گویا وحی کی تکذیب ہے جس سے کفر واقع ہو جاتا ہے۔ تو اس سلسلے میں آج کے اس مضمون میں مَیں رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنّتوں میں سے ایک چھوٹی سی سنّت مسواک کو لیتا ہوں ہمیں چاہئے کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنّت کے احیاء میں اس کو اپنی زندگی میں جاری و ساری کریں۔ ایک بات کو خاص توجہ دیں وہ یہ کہ سنّت پر عمل کرتے وقت اس عمل کو اللہ کی رضا کی اور رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم تصور کریں۔ تو اس پر اللہ کے ہاں بڑا اجر و ثواب ہے۔ اور اگر جسمانی یا طبی فوائد کو سامنے رکھ کر اس سنّت کو کریں گے تو اعمال کا دار و مدار نیّت پر ہے تو اس سے ثواب میں کمی واقع ہو جائے گی۔ کسی ڈاکٹر کے قول کو رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فعل اور حکم پر فوقیت نہیں دی جا سکتی بلکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم اور طریقہ ہی افضلیت رکھتا ہے۔

مسواک کے طبّی و شرعی فوائد

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم)

مسواک کے اہتمام میں ستّر فائدے ہیں

کا ارشاد ہے کہ جو نماز مسواک کرنے کے بعد پڑھی جائے وہ اس نماز سے جو بلا مسواک پڑھی جائے ستّر درجہ افضل ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو کیونکہ اس میں دس فائدے ہیں:۔

۱ ۔ منہ کو صاف کرتی ہے۔
۲ ۔ اللہ کی رضا کا سبب ہے۔
۳ ۔ شیطان کو غصہ دلاتی ہے۔
۴ ۔ مسواک کرنے والے کو اللہ تعالے محبوب رکھتے ہیں۔
۵ ۔ مسوڑھوں کو قوت دیتی ہے۔
۶ ۔ بلغم کو قطع کرتی ہے۔
۷ ۔ منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے۔
۸ ۔ صفراء کو دُور کرتی ہے۔
۹ ۔ نگاہ کو تیز کرتی ہے (یعنی آنکھوں کی بینائی کی حفاظت کرتی ہے)
۱۰ ۔ منہ کی بدبو کو زائل کرتی ہے۔

مسواک کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ جناب رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایک مستقل سنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی میں سفر و حضر میں مسواک کو پابندی سے استعمال فرمایا۔ اور پھر آپؐ نے اس کے کرنے کا حکم بھی فرمایا۔

کتاب منبہات ابن حجرؒ میں لکھا ہے کہ مسواک کے اہتمام میں ۷۰ فائدے ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ شہادت نصیب ہوتا ہے۔ اس کے بالمقابل افیون کھانے میں ۷۰ مضرتیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ شہادت یاد نہیں آتا۔

مسواک کا حکم ہر شریعت میں تھا!

بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا حکم ہر شریعت میں تھا ان میں سے مسواک بھی ہے۔ جو ہر شریعت میں موجود ہے۔ کیونکہ اس ضمن میں ایک مفصل حدیث اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ آپ رضؓ نے فرمایا دس چیزیں فطرت سے ہیں (یعنی جن کا حکم ہر شریعت میں تھا)

۱ ۔ مونچھیں کترنا۔
۲ ۔ داڑھی بڑھانا۔
۳ ۔ مسواک کرنا۔
۴ ۔ ناک میں پانی ڈالنا۔
۵ ۔ ناخن تراشنا۔
۶ ۔ انگلیوں کی چنٹیں دھونا۔
۷ ۔ بغل کے بال صاف کرنا۔
۸ ۔ زیر ناف بال صاف کرنا۔

نئے نسل قرآن سے سنت کو جدا کرنے کی کوشش کرتی ہے

۹ ۔ استنجا کرنا۔
۱۰ ۔ کُلّی کرنا۔

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اسلام ایک دینِ فطرت ہے لیکن آج ہم دینِ فطرت "اسلام" سے کس حد تک دور ہٹ چکے ہیں کہ سنّت کی شکلیں بدلنے کے لئے نئی نسل کو تعلیم بھی دیتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اپنی زندگی میں عمل پیرا ہو کر دعوت دی بلکہ خود اس پر عمل کرتے ہوئے دوسروں کو عمل کرنے کی قولاً دعوت بھی دی۔ گویا مسواک شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا شعار ہے۔ اس کی اہمیت اس بات سے ہو سکتی ہے، کہ رمضان المبارک میں ایام روزہ میں مسواک کرنے اجازت ہے جس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اسلام نے مسواک کرنے کو ایمان والوں کی خاص صفت قرار دیا ہے اس لئے وضو کے سنن میں ایک اہم سنّت مسواک کا کرنا ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک نماز پڑھنے سے پہلے مسواک کرنا نماز کے درجے کو بلند کرتا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک مسواک وضو سے پہلے ہاتھ دھو کر کُلّی کرنے کے بعد احسن ہے اور مسواک کرنے کے بعد وضو شروع کیا جائے۔ اس لئے احناف وضو کرنے سے پہلے اور مسلک شافعی سے تعلق رکھنے والے نماز شروع کرنے سے پہلے مسواک کرتے ہیں۔

پچھلے دنوں عرب ٹائمز میں (جمعرات ۱۸ اپریل کی اشاعت میں) ایک مضمون نگاہوں سے گذرا جس کے پڑھنے سے ہمارے جذبات مجروح ہوئے ہیں جس میں مضمون نگار نے سنّت مسواک کی شکل بدلنے کی رائے دی تھی۔ اس سلسلے میں ایک عرض ہے کہ کسی کو قرآن و حدیث میں ترمیم کرنے کا حق حاصل نہیں۔ کیونکہ قرآن و حدیث ہر دو وحی سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس طرح قرآن پاک حضرت جبرائیل علیہ السلام کے

ازقلم : ابوعمار زاہدالراشدی
خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

آہ! شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

غالباً ستائیسواں روزہ تھا کہ معمول کے مطابق صبح ۹ بجے کے قریب نیند سے بیدار ہوکر اخبار ہاتھ میں لیا تو اس کے دوسرے صفحے پر ایک کالمی اور ایک سطری سرخی کے ساتھ کسی سیاہ حاشیہ کے بغیر چند سطری خبر تھی کہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ انتقال کر گئے ہیں۔ زبان پر بے ساختہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ جاری ہوا اور دل دوہرے رنج و صدمہ میں ڈوب گیا۔ ایک صدمہ مولانا مرحوم کی وفات پر اور دوسرا قومی پریس کی بے خبری، سطحیت، ظاہر بینی یا بے حسی پر کہ اتنے بڑے قومی اخبار کے نامہ نگار یا ایڈیٹر کو اس بات کا اندازہ ہی نہیں ہوسکا کہ جس شخص کی وفات کی خبر کو وہ چند سطروں میں غیر اہم جگہ پر دے رہے ہیں وہ ان سینکڑوں شخصیات پر اپنے علم و فضل، تقویٰ و طہارت اور دینی و ملی خدمات کے لحاظ سے بھاری ہے جن کی معمول کی سرگرمیاں بھی روزانہ اخبارات کے صفحہ اوّل کی زینت بنتی رہتی ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مولانا محمد عبداللہ مرحوم کا تعلق اس قافلہ عزیمت و استقامت اور کاروان عزم و استقلال سے تھا جس نے برعظیم پاکستان، ہندوستان و بنگلہ دیش میں فرنگی استعمار کی یلغار کے بعد اس کے اقتدار، کروفر، جاہ و جلال اور زرق برق تہذیب و ثقافت سے متأثر اور مرعوب ہوئے بغیر اسلامی تعلیمات و احکام اور اسلاف کی روایات کو نہ صرف سینے سے لگائے رکھا بلکہ پورے جوش و جذبہ کے ساتھ معاشرہ میں اس کی ترویج و اشاعت کے لیے بھی سرگرم عمل رہا ہے اور آج اسی قافلۂ حق و صداقت کی جدوجہد اور قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ اسلامی دنیا کا یہ خطہ اسلامی روایات کے ساتھ وابستگی اور دینی حمیت و جذبہ کے لحاظ سے پورے عالم اسلام میں ممتاز اور مثالی حیثیت رکھتا ہے۔

مولانا محمد عبداللہ ۱۳۰۳ھ رمضان المبارک کی آٹھ تاریخ کو رائے پور جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محترم مولانا مفتی فقیر اللہؒ اپنے وقت کے جید اور مجاہد عالم دین تھے جنہوں نے شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ جیسی نابغۂ روزگار علمی شخصیت کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرکے علم و فضل کے خزانوں سے اپنا دامن بھر لیا تھا۔

مولانا محمد عبداللہؒ کی تعلیم و تربیت کے بیشتر مراحل مدرسہ رشیدیہ رائے پور جالندھر اور مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں طے ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا مفتی فقیر اللہؒ، حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوریؒ اور حضرت مولانا محمد ابراہیمؒ آف میاں چنوں جیسی علمی شخصیات نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔

آپ نے دورہ حدیث خیر المدارس جالندھر میں مکمل کرکے حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ سے سند اجازت حاصل کی اور ان کے علاوہ حدیث میں

آپ کو اپنے وقت کے ممتاز محدثین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا محمد زکریاؒ اور حضرت مولانا مفتی فقیر اللہؒ نے بھی سند مرحمت فرمائی۔

فراغت کے بعد کم و بیش بیس سال تک خیر المدارس جالندھر میں ہی تعلیم و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد خیر المدارس ملتان میں منتقل ہوا اور مدرسہ رشیدیہ رائے پور جالندھر سے ساہیوال میں منتقل ہوگیا تو آپ کچھ عرصہ خیر المدارس ملتان اور مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی میں پڑھاتے رہے اور اس کے بعد جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں منتقل ہوگئے جہاں آپ وفات تک کم و بیش بتیس برس تک علم حدیث کا درس دے کر تشنگانِ علوم نبوی کو اپنے چشمۂ فیض سے سیراب کرتے رہے۔

حضرت مولانا مفتی فقیر اللہؒ کے تینوں فرزند مولانا محمد عبداللہؒ، مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی اور مولانا لطف اللہ شہیدؒ قیام پاکستان کے بعد ساہیوال منتقل ہوگئے اور اس شہر میں جو اس وقت منٹگمری کہلاتا تھا جامعہ رشیدیہ کے قیام و ترقی میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ تینوں بھائیوں کو اللہ رب العزت نے علم و فضل اور جذبہ و عزم کے ساتھ ساتھ حق گوئی و بے باکی کی نعمت سے مالا مال فرمایا تھا۔ چنانچہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے حوالہ سے جسٹس محمد منیر نے اپنی انکوائری رپورٹ میں تینوں بھائیوں کا نمایاں طور پر ذکر کیا ہے۔ اس تحریک میں تینوں بھائی گرفتار ہوئے اور مولانا محمد عبداللہ مرحوم ساہیوال اور میانوالی کی جیلوں میں ایک سال تک نظر بند رہے۔ آپ کو تحریکِ ختم نبوت کے ساتھ بے حد شغف تھا۔ آپ کا شمار تحریکِ ختم نبوت کے ممتاز راہنما حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کے خصوصی رفقاء میں ہوتا تھا اور آپ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے آخر وقت تک نائب امیر رہے ہیں۔

آپ کا روحانی تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے تھا اور آپ کو حضرت رائے پوریؒ کے علاوہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ سے بھی خلافت و اجازت حاصل تھی۔

مولانا محمد عبداللہؒ نے اپنے نصف صدی سے زیادہ عرصہ پر محیط تدریسی دور میں زیادہ تر علم حدیث ہی کی خدمت کی ہے۔ آپ کا مشکوٰۃ شریف کا سبق بہت مشہور تھا اور اکثر اہل علم آپ کے املاء کرائے ہوئے اسباق سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ آپ جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے اور بخاری شریف جیسی جلیل القدر کتاب آخر تک آپ کے درس میں شامل رہی۔ آپ سے ہزاروں علماء اور طلباء نے استفادہ کیا اور آپ سے فیض حاصل کرنے والوں میں سے جن علماء نے مختلف شعبوں میں نمایاں حیثیت حاصل کی ان میں سے چند سرکردہ حضرات کے نام یہ ہیں:

مولانا مفتی زین العابدین، فیصل آباد، مولانا عبدالرحمٰن، جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا قاضی عبدالکریم کلاچی، مولانا قاضی عبداللطیف سینیٹر، مولانا فیض احمد، مہتمم قاسم العلوم ملتان، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، سابق مہتمم خیر المدارس ملتان، مولانا قاری سعید الرحمٰن راولپنڈی، مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدیر بینات کراچی، مولانا محمد ضیاء القاسمی، شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد فیصل آباد، مولانا گلزار احمد مظاہری، مولانا سید ابوذر بخاری، مولانا محمد زکریا ایم۔پی۔اے کراچی، مولانا مفتی عبدالستار ملتان، مولانا محمد سلیمان طارق اور حافظ عبدالرشید ارشد۔

مولانا محمدؐ عبداللہ مرحوم کی ذاتی زندگی انتہائی سادگی اور کفایت شعاری سے عبارت تھی اور معاملات میں اس قدر سخت اور بے لچک تھے کہ آپ کے رفقاء کو آپ سے لبسا اوقات وہی بات کہنا پڑتی جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف سے انہیں پرانے کپڑوں میں کفن دینے کی وصیّت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہی تھی کہ "آپ نے بعد والوں کو مشکل میں ڈال دیا ہے"۔ مگر مولانا محمدؐ عبداللہ مرحوم ایسے موقع پر اکثر فرماتے کہ میں عزیمت پر عمل کرتا ہوں، تمہارے لیے رخصت ہے، تم رخصت پر عمل کرو۔ اب یہ کمال عزیمت ہی کی بات ہے کہ آج کے دور میں وہ جامعہ رشیدیہ سے اپنی تنخواہ وصول کرتے وقت مہینہ میں کی ہوئی چھٹیوں کا حساب کرکے اتنے دنوں کی تنخواہ وضع کروا لیتے تھے۔ وہ اتفاقیہ رخصت کے استحقاق کو اپنے لیے نہیں مانتے تھے۔ ان کی ڈائری پر لبسا اوقات یہ تفصیل بھی درج ہوتی کہ آج اتنے گھنٹے پڑھایا۔ اتنے گھنٹے آرام کیا اور اتنا وقت مہمانوں کے پاس رہا اور مہینہ کے اختتام پر ان تفصیلات کی روشنی میں ان کی تنخواہ کا ہر ماہ حساب ہوتا تھا۔ ان کے لیے جامعہ رشیدیہ میں ایک کمرہ الگ مخصوص کیا گیا تھا۔ مگر وہ آخر وقت تک جامعہ کو اس کمرہ کا کرایہ ادا کرتے اور درسگاہ میں بھی پڑھائی کے اوقات کے علاوہ جو وقت گزارتے اس کا حساب کرکے اس کے حصہ کا بجلی کا بل مدرسہ میں جمع کرا دیتے۔ وہ مدرسہ کے شیخ الحدیث ہونے کے باوجود مدرسہ کے لیٹر پیڈ اور قلم دوات کو فتویٰ نویسی کے علاوہ اور کسی کام کے لیے استعمال نہیں کرتے تھے۔ وہ مدرسہ کی سالانہ تعطیلات کی تنخواہ بھی وصول نہیں کرتے تھے۔ جامعہ کے سالانہ جلسہ اور دیگر تقریبات میں انہیں مسلمانوں کے ساتھ کھانے میں شریک ہونا پڑتا جس کا اہتمام مدرسہ کی طرف سے ہوتا تھا لیکن بعد میں وہ اس کی قیمت مدرسہ کے حساب میں جمع کرواتے تھے۔ دوسرے مدارس کے سالانہ اجتماعات اور امتحانات وغیرہ کے لیے جاتے تو ان سے سفر کے ضروری اخراجات سے زائد رقم وصول نہیں کرتے تھے اور جو رقم ان کی طرف سے خدمت میں پیش کی جاتی اس میں سے سفر کے اخراجات وضع کرکے باقی رقم واپس کر دیتے تھے۔ اُن کی پہلی بیوی سے دو لڑکے مولانا عبیداللہ اور مولانا مطیع اللہ اور ایک لڑکی ہے۔ دوسری بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ دوسری بیوی کی وفات کے بعد فرمایا کہ میں اکیلا ہوں کھانا اپنے لڑکوں کے ہاں کھایا کروں گا۔ بیوی نہیں ہے، اس لیے میرے اور کوئی اخراجات نہیں ہیں۔ یہ کہہ کر مدرسہ سے تنخواہ لینا بند کر دی۔ اور پھر مسلسل آٹھ برس کا عرصہ، آخر عمر تک کوئی تنخواہ نہیں لی۔ اس عزیمت و احتیاط کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ کوئی بڑے جاگیردار تھے یا ان کا کوئی کارخانہ چلتا تھا۔ بے سروساماں قسم کے سفید پوش بزرگ تھے لیکن تقویٰ اور دیانت کے اعلیٰ اصولوں اور عظیم اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کا جذبہ تھا جس پر وہ تمام عمر اس قدر سختی کے ساتھ قائم رہے کہ فی الواقع وہ اپنے بعد والوں کے لیے مشکلات پیدا کر گئے ہیں ورنہ آج کا دَور جو سراسر رخصتوں پر عمل کا دَور ہے اور اس میں دین اور دیانت کے ساتھ کسی بھی درجہ میں تعلق کو بہرحال غنیمت سمجھا جاتا ہے احتیاط اور تقویٰ کی اس سنگلاخ وادی میں ننگے پاؤں چلنے کی سکت کس میں ہے؟ لیکن مولانا محمدؐ عبداللہ مرحوم اور ان جیسے گنے چنے راہروانِ شاہراہِ عزیمت آج بھی اپنے عمل اور کردار کے ساتھ یہ بات واضح کیے ہوئے ہیں کہ عزیمت کو چھوڑ کر رخصت پر عمل کرنا ہماری اپنی کمزوریوں اور مصلحتوں کا نتیجہ ہے ورنہ انسان آج کے دَور میں بھی اپنے ارادے اور عزم

کو پختہ کر لے تو تقویٰ اور عزیمت کے تقاضوں کو پورا کرنا کچھ زیادہ مشکل کام نہیں ہے اور سچّی بات یہ ہے کہ آج لوگوں میں دین کی جو رمق موجود ہے وہ انہی اللہ والوں کی بدولت ہے ورنہ زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح دینی حلقوں میں بھی ظاہری نام و نمود، ٹھاٹھ باٹھ، نمائش اور سطحیت کے جذبات غالب آتے جا رہے ہیں جو یقیناً قرب قیامت کی نشانی ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمدؐ عبداللہؒ

معاملات کے ساتھ ساتھ عبادات کے بارے میں بھی اپنے معمولات کے سختی کے ساتھ پابند تھے حتّٰی کہ سفر کے دوران بھی نمازِ باجماعت کا اہتمام ہوتا۔ اُن کا معمول یہ تھا کہ سفر تھوڑا تھوڑا کرکے کرتے تھے۔ بس کے ذریعہ جاتے تو اتنے فاصلے کا ٹکٹ لیتے جہاں اگلی نماز کا وقت ہو جاتا۔ وہاں اُتر کر نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتے پھر آگے سفر کرتے۔ دو سال قبل ان پر فالج کا حملہ ہُوا لیکن علاج معالجہ کے ساتھ ساتھ پڑھائی کا سلسلہ جاری رکھا۔ علم حدیث کے طلباء اپنی سعادت سمجھ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دوسرے طلباء کے علاوہ تبلیغی جماعت کے مرکز رائے ونڈ کے مدرسہ سے بھی طلباء کو علم حدیث کی تعلیم کے لیے اہتمام کے ساتھ ان کی خدمت میں بھیجا جاتا۔ اس لیے وہ تعلیم و تدریس کے سلسلہ میں حتی الوسع پوری کوشش کرتے اور علالت کے باوجود درس و تدریس کا معمول اکثر و بیشتر قائم رہتا۔

کچھ عرصہ قبل صاحبِ فراش ہو گئے اور پھر کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے زبان بند ہو گئی مگر زبان بند ہونے سے قبل جو آخری گفتگو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کی اس میں غیبت سے بچنے اور نماز کی پابندی کی تلقین کی۔ بچیوں کو دین کی تعلیم دلانے اور پردہ کی پابندی کی تاکید فرمائی اور دین کی مسلسل تبلیغ کرتے رہنے پر زور دیا۔ اس گفتگو کے بعد پھر وہ کلام نہ کر سکے۔ کچھ عرصہ زبان بند رہی اور کمزوری و نقاہت غالب رہی۔ ۲۶ رمضان المبارک کو غروبِ آفتاب سے چند لمحے قبل خود بخود آنکھیں کھولیں۔ اردگرد ماحول پر نظر ڈالی۔ زبان پر اللہ اللہ کا ذکر جاری ہُوا۔ چہرہ خود بخود قبلہ کے رُخ ڈھلک گیا اور غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی علم و فضل کا یہ آفتاب بھی نصف صدی تک دُنیا کے ایک حصہ کو اپنے فضل و علم اور تقویٰ و کردار کے ساتھ روشن کرتا ہُوا موت کی وادیوں میں غروب ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ان کی نماز جنازہ ان کے بہنوئی مولانا ولی محمدؐ فاضل دیوبند نے پڑھائی جس میں شہر کے ہزاروں افراد کے علاوہ علامہ خالد محمود، مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی، مولانا عبدالرحیم نعمانی، مولانا محمدؐ حنیف جالندھری اور دیگر سرکردہ حضرات نے شرکت کی اور انہیں عام مسلمانوں کے ساتھ قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

مولانا محمدؐ عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پسماندگان میں ان کے بھائی مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی، تین بہنیں، دو بیٹے مولانا عبیداللہ اور مولانا مطیع اللہ اور ایک بیٹی شامل ہیں اور ان کی سب سے بڑی یادگار جامعہ رشیدیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر و حوصلہ کے ساتھ مولانا مرحوم کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق دیں اور جامعہ رشیدیہ کو ایک علمی و دینی مرکز کی حیثیت سے قیامت تک آباد رکھیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

بقیہ : مسواک

ذریعے سے اللہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا اسی طرح سنّت بھی اللہ نے اپنے رسولؐ کو خود ہی سکھائی۔ اس لئے اللہ کی ذات نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہر نکلنے والے بول کو وحی کا درجہ دیا، کیونکہ خدائی قوانین و ضوابط میں کوئی انسان تغیر و

ترانۂ مسلم

اظہر جلیل بجنوری

حضرت صدیق اکبرؓ

نوعِ بشر کے معمارِ اکبر
امت کے محسن، ملت کے رہبر
دورِ جہالت میں بھی نہ دیکھا
لات منات و عزیٰ کا پھیرا
جس نے نہ جانا پینا پلانا
کیا شے ہے ساغر کیا چیز مینا
اس دور میں بھی جو پارسا تھا
اس دور میں بھی جو بے ریا تھا
عسرت کا ساتھی ہجرت کا ساتھی
راہِ خدا میں ہر شے لٹا دی
ہے جس کے حق میں فرمانِ مولا
لا تحزن اِن اللہ معنا
پنہاں تھا تیرے اندر وہ جوہر
عالم ہے جس پر حیراں و ششدر
فساق و مرتد نے سر اٹھایا
ان کو سبق بھی تو نے پڑھایا
تیری فراست اللہ اکبرؓ
تیری شجاعت اللہ اکبرؓ
ایمان و ایقان اللہ اکبرؓ
صدیق اکبرؓ صدیق اکبرؓ

حضرت فاروق اعظمؓ

اللہ اکبر شانِ گدائی
دیوار و در پر ہیبت تھی چھائی
اللہ رے تیری بانکی ادائیں
خالق سے مانگا کر کے دعائیں
ایراں کا فاتح داماد حیدرؓ
روتے ہیں جس کو کسریٰ و قیصر
کسریٰ کے غم میں آہ و بکا ہے
بغض و حسد سے سینہ بھرا ہے
ہیں روشنی کے مینارِ اعظم
مینارِ اعظم معمارِ اعظم
فخرِ امامت فاروق اعظم
فاروق اعظم فاروق اعظم

حضرت عثمان غنیؓ

صدق و صفا میں کوئی نہ برتر
راہِ وفا میں کوئی نہ ہمسر
دو نور والے دامادِ اکبر
حلم مجسم، رحمت سراسر
تیروں کی بارش میں بھی نہ چھوڑا
آقا کی بستی سے منہ نہ موڑا
سب کے دلارے سب کے پیارے
قرآن پڑھتے پڑھتے سدھارے
با قلبِ مضطر با چشمِ گریاں
کہتا تھا عالم اے وائے عثمانؓ

حضرت علیؓ

زہد و ورع کی تصویر پرغم
عبرت پذیری سے چشم پُرنم
پیارے نبی کے دامادِ اصغر
ایثار پیکر، مسکین پرور
دورِ رسالت کے کارنامے
دنیا نے دیکھے دنیا نے مانے
فقر و غنا کا رنگین جلوہ
حیدرؓ کے سر پر سایہ فگن تھا
یہ ہیں ہمارے چوتھے خلیفہ
یاروں کی باتیں ہیں اک لطیفہ

حضرت حسنؓ اور امیر معاویہؓ

ابنِ سبا نے سب کو لڑایا
حضرت حسنؓ نے سب کو ملایا
اللہ کی رحمت اس پارسا پر
اللہ کی رحمت اس باوفا پر
حضرت معاویہؓ حضرت حسن بھی
امت کے محسن دونوں ہی ہادی
دونوں ہیں راشد دونوں خلیفہ
جھنڈا رہے گا دونوں کا اونچا
یوم الصحابہ، یوم الجماعت
یوم السیاست یوم الاخوت
دونوں بزرگوں کا کارنامہ
ملت کا اپنی ہے شاہنامہ
دونوں ہیں ہادی دونوں ہیں مہدی
دونوں ولی ہیں دونوں صحابی

پھر دورِ ثلاثہ کی بہار

سارے مسلماں یکجا ہوئے پھر
سب ایک ہو کر آگے بڑھے پھر
بستی نہ چھوڑی صحرا نہ چھوڑے
خشکی نہ چھوڑی دریا نہ چھوڑے
پست و بلند سب رستے میں آئے
شاہ و گدا سب قدموں میں آئے

(باقی ۲۴ پر)



دارالعلوم دیوبند

Darul Uloom Deoband (U.P.) India

Ref........ Dated ۱۹ اپریل ۸۵ء

عزیز مکرم مولانا محمد اجمل صاحب قادری زادکم اللہ عزاً و کرامۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ طویل سفر سے واپسی پر بعض اخبارات کے ذریعہ یہ المناک اطلاع ملی کہ دماغ پر چوٹ [illegible] رفیق محترم مولانا عبیداللہ انور صاحب بھی چند روز [illegible] جوار رحمت میں آسودۂ خواب سرمدی ہو چکے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ انہیں درجات مغفرت سے نوازے، اور آنجناب سمیت جملہ [illegible] خاندان کو صبر جمیل اور اجر جزیل ارزانی فرمائے۔ آمین۔

موصوف مرحوم دارالعلوم دیوبند کے زمانہ طالب علمی سے، والد ماجد حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ، (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) سے اور راقم سے مخلصانہ تعلق رکھتے [illegible] الحمد للہ [illegible] آخر تک [illegible] جاری رہا۔ [illegible] ۸۵ء میں [illegible] موقعہ سے حسب معمول ملاقات ہوئی، جس میں یادِ رفتہ اور یادِ رفتگاں کے علاوہ بہت سی باہمی دلچسپی کی باتیں ہوئیں، اور بزرگوں کے وقت سے قائم شدہ رشتۂ تعلق کی تجدید [illegible] [illegible] کو صلاحیت [illegible] ملے گی، لیکن مشیت ربانی کے یہی فیصلے [illegible]

یہی [illegible] مولانا موصوف سے آخری ملاقات [illegible]

مولانا موصوف نے اپنے مخدوم ملت والد محترم رحمہ اللہ کی علمی اور اصلاحی روایات

کو بزرگوار محترم نے جو [illegible] اٹھائی ہے۔ خدا تعالیٰ [illegible] عطا [illegible]
[illegible] فرمائے۔

مزید، مولوی صاحب مرحوم کے لئے [illegible] میں ایصال ثواب کیا گیا۔ اور جملہ
متوسلین تلامذہ کرام و حلقہ [illegible] نے [illegible] کے لئے دعائے مغفرت کی
و درجات بلند کرے۔

حضرت والا خاندان و متوسلین کرام کی خدمات میں بعد [illegible] تعزیت مسنونہ
پیش [illegible] دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ [illegible]
[illegible] نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے

والسلام

[illegible]

[illegible] اگر خدام الدین میں شائع ہوئی ہوں تو
[illegible] مہتمم [illegible] (جامع مسجد [illegible])

بقیہ : ترانۂ مسلم

اللہ اکبر شانِ صحابہؓ | جانِ صحابہؓ آنِ صحابہؓ
دینِ مبیں کو دل میں بٹھایا | راہِ ہدیٰ کا رستہ دکھایا

صحابی (رضی اللہ عنہم)

یہ ہیں صحابی یہ ہیں ستارے | دنیا ہے روشن جن کے سہارے
خیر الامم ہیں خیر الوریٰ ہیں | خو بو میں اپنی سب سے جدا ہیں
اللہ تمہارا حامی اللہ ہے راضی | ہے قوی محکم ہر بات ان کی
جنت ہے ان کی مشتاق و شیدا | اللہ رے رفعت اللہ رے رتبہ
رحمت نے اس کی ہے آن گھیرا | اظہر بھی ان کا ہے نام لیوا

تحریر: قاری محمد ایوب صاحب
جامعہ یعقوبیہ کراچی

شیخ القراء قاری عبدالوحید رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی زمانہ میں حضرت قاری عبدالوحید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چند خصوصیات زمانہ حال کے علماء، حفاظ اور قراء حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

حضرت قاری صاحب کا دارالعلوم دیوبند کے صفِ اوّل کے اکابر میں شمار ہوتا ہے۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے شعبہ تجوید کے ناظمِ اعلیٰ تھے۔ طالب علموں کے ساتھ انتہائی شفقت فرماتے تھے۔ تعلیم کا طریقہ یہ تھا کہ طالب علم جب تک تعوّذ اور تسمیہ کی تلاوت میں تجوید پر عبور حاصل نہ کرلے اس وقت تک اس کو آگے سبق نہ دیا جاتا تھا۔ انتہائی پُر وقار شخصیت تھے۔ طلباء اور بعض اساتذہ بھی آپ کی درسگاہ کے سامنے سے گزرتے ہوئے جھجک محسوس کرتے تھے۔

حضرت قاری صاحب انتہائی کفایت شعار تھے۔ اپنے ڈسک میں ایک چھوٹی سی ڈبیہ میں سفید الائچیاں رکھتے تھے۔ اور اگر کوئی خاص مہمان آجاتا تو تواضع میں یہی چھوٹی الائچی پیش کر دیتے تھے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں پر پہنچتی ہے۔

ان ہی میں سے ایک شاگرد حضرت مولانا قاری محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو کہ جمعیۃ القراء والحفاظ دہلی کے ناظمِ اعلیٰ رہے اور ایک عرصہ تک مدرسہ امینیہ دہلی میں مفتی اعظم ہندوستان حضرت مولانا محمد کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نائب مفتی کی حیثیت سے فتاویٰ کی خدمت انجام دیتے رہے اور جب دہلی میں ریڈیو اسٹیشن قائم ہوا تو اس کا افتتاح بھی قاری محمد یوسف صاحب کی تلاوت سے ہوا۔ آپ پندرہ سال تک آل انڈیا ریڈیو سے قرآن حکیم کی تلاوت اور اس کا سلیس ترجمہ قیام پاکستان تک کرتے رہے۔

دوسرے شاگرد زمانہ حال کے دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت العلامہ حافظ قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نامِ نامی کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔

حضرت قاری صاحب دیوبند میں اپنے ذاتی مکان میں قیام پذیر تھے۔ یہ مکان کافی پُرانا بنا ہُوا تھا۔ حضرت قاری صاحب نے اس مکان کو منہدم کرا کر از سرِ نو نہایت نفیس اور پختہ مکان تعمیر کروایا۔ جب مکان ہر طرح مکمل ہوگیا تو مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند کے پاس تشریف لے گئے اور اس مکان کی چابی اُن کو پیش کر دی۔ حضرت مہتمم صاحب کے استفسار پر فرمایا کہ یہ مکان دارالعلوم کا ہے۔ دارالعلوم سے جو تنخواہ مجھے ملتی تھی۔ اپنے اخراجات کے بعد جو رقم مجھے ملتی تھی وہ میں جمع کرتا رہا اور اُسی رقم سے یہ مکان تعمیر کرایا ہے۔ لہٰذا یہ دارالعلوم کے پیسے سے بنا ہے اور دارالعلوم ہی کی ملکیت رہے گا۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں بطور کرایہ دار کے اس مکان میں اپنی رہائش رکھوں بصورت دیگر میں کسی دوسرے کرایہ کے مکان میں منتقل ہو جاؤں۔

بقیہ: حضرت ابوبکرؓ کے فیصلے

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصول تھا۔ جس کی تعمیل فرض عین اور واجب تھی۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس پر نہایت کامیابی سے عمل فرمایا اور قیصر و کسریٰ کے دروازوں پر دستک دے کر للکارا۔

بقیہ: مولانا عبیداللہ انورؒ نے فرمایا

بادشاہ کون؟ حکومت کس کی ہے؟) اپنی عاجزی اور مسکنت کا سر جھکائے بندے عرض کرینگے لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ (صرف اللہ واحد و قہار کی)

اس لئے ضرورت ہے کہ دنیا کی زندگی ختم ہونے سے پہلے آج ہی اپنے اعمال و کردار اور فکر و سوچ کو دین و شریعت کے ان سانچوں میں ڈھال لیں جو آخرت کی زندگی کو آسان بنا دیں اور اللہ تعالیٰ کے غصہ اور عذاب جہنم سے نجات کا موجب بن جائیں۔

نومبر ۱۹۷۳ء میں
اجتماع جمعہ سے خطاب

بقیہ: بچوں کا صفحہ

کہ ہمارا اب بھی یہی ایمان ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم) اللہ کے سچے رسول ہیں

ایڈیٹر خدام الدین کا عزم کراچی

تحریک اصلاح ابلاغ عامہ پاکستان کے جنرل سیکرٹری اور ہفت روزہ خدام الدین کے ایڈیٹر مولانا عبدالرشید انصاری ۱۶ر مئی کو ایک ہفتہ کے دورے پر انشاء اللہ تعالیٰ کراچی پہنچ رہے ہیں۔ آپ کا قیام ۳-۶-۱۱ نارتھ کراچی جامعہ قاسمیہ ہاشمیہ میں ہوگا۔ آپ اس دوران کراچی کے ممتاز دینی رہنماؤں اور دانشور حضرات سے ملاقات کے علاوہ متعدد اجتماعات سے خطاب کریں گے۔ اور اخبار جہاں کے ایڈیٹر جناب اقبال احمد صدیقی کے صاحبزادے جناب منصور صدیقی کی شادی کی تقریب میں شرکت کریں گے۔

فیض محمد فیض نقشبندی مہتمم جامعہ قاسمیہ ہاشمیہ
فون نمبر ۶۵۰۴۵۴

مدرسہ محمدیہ
قلعہ دیدار سنگھ

طلباء علوم دینیہ کو خوشخبری دی جاتی ہے کہ مدرسہ محمدیہ قلعہ دیدار سنگھ میں باقاعدہ دورۂ حدیث کا اہتمام کیا گیا ہے اور قابل اساتذہ کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں منتظمین دورہ حدیث کا امتحان وفاق المدارس کے تحت ہوگا۔

قاضی ہدایت ناظم اعلیٰ مدرسہ ہذا

ضرورت مدرس

دارالعلوم مدنیہ ڈسکہ کلاں
ضلع سیالکوٹ
کے لئے ایک قابل، محنتی، ماہر مدرس کی ضرورت ہے جو تمام درس نظامی و فنون پڑھانے کا تجربہ رکھتا ہو۔
مشاہرہ حسب لیاقت دیا جائے گا۔ بالمشافہ گفتگو کریں۔

منجانب:
مہتمم دارالعلوم مدنیہ ڈسکہ کلاں ضلع سیالکوٹ۔ فون ۶۳۷

چنانچہ کفار نے انہیں سولی پر لٹکا کر شہید کر دیا۔ (رضی اللہ عنہم)